نظرات

پارلیمنٹری انتخابات کی آمد آمد ہے اور لیڈروں و پارٹیوں کے عوام کو لبھانے والے وعدوں نعروں، پروگراموں اور ملک و قوم کی فلاح و بہبودگی پر مبنی منصوبوں کا شور گونجنے لگا ہے کوئی لیڈر و پارٹی تو مذہبی نعروں کے ساتھ میدانِ سیاست میں کودنے کے لئے پر تول رہی ہے اور کوئی لیڈر و پارٹی عوام الناس کی غریبی و بے روزگاری کا خاتمہ کرنے کے لئے میدانِ عمل میں کودنے کے لئے بے قابو ہے۔ لیکن عوام ابھی خاموش ہیں اور وہ تماش بین کی حیثیت سے اس بات کا جائزہ لینے پر آمادہ ہے کہ کون سی پارٹی یا لیڈر ایسا ہے جو عوام کی فلاح و بہبودگی کے لئے حقیقتاً اپنے دل میں درد لئے ہوئے ہے اور سنجیدگی کے ساتھ اسے عوام الناس کے مسائل حل کرنیکا جذبہ ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ۱۹۹۶ء کا پارلیمنٹری انتخاب کئی معنوں میں اہم ہوگا سب سے بڑی بات اس انتخاب سے پہلے یہ سامنے آئی ہے کہ سپریم کورٹ نے "ہندوتو" کے کارڈ کھیلنے پر ایک طرح سے چھوٹ دیدی ہے۔ مہاراشٹر کے چیف منسٹر کے خلاف ایک انتخابی عذر داری پر اس نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ لفظ "ہندوتو" کا استعمال الیکشن کے موقع پر قطعاً خلاف ورزی نہیں ہے۔ جس سے اب لفظ ہندوتوا کو الیکشن کے موقع پر خوب زور و شور کے ساتھ استعمال کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔ اور مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کے انتخاب کو اس بنیاد پر کہ انہوں نے اپنے انتخابی پروپیگنڈہ میں اس لفظ کا بہت ہی زیادہ استعمال کیا تھا، رد کرنے سے انکار کر کے ایک طرح سے اس لفظ "ہندوتو" کی حوصلہ افزائی ہی کی ہے۔ جس پر کمیونسٹ پارٹیوں نے برا منایا ہے لیکن ان کے برا ماننے سے کیا ہوتا ہے جب کہ خود عدلیہ نے اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دیا ہے تو پھر اب کسی کے چاہنے نہ چاہنے سے ہوتا کیا ہے اور جہاں تک ہمارے اظہار خیال کا تعلق ہے تو ہم اس موقع پر عدلیہ کو سراہیں گے کہ اس نے اس پر

ہندوتوا کا نعرہ دیا ہے کہ جو کرو کھلم کھلا کرو اگر بھارتیہ جنتا پارٹی یا کوئی دوسری ہندو جماعت اس ہندوتو کی دہائی دیتی ہے تو اس میں برا ماننے کی بات کیا ہے اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اب تک ہندوستان پر جس پارٹی نے بھی حکمرانی کی ہے اس نے پردہ کی اوٹ میں ہندوتو کی عملاً خدمت کی ہے اور اس نے منہ سے تو سیکولرازم کا ڈھنڈورہ پیٹا مگر پس پردہ وہ سب کچھ کیا جس سے ہندوتو کی ہر طرح مدد ہوتی ہے۔ چاہے آپ نصابی کتابوں کا مطالعہ کریں چاہے تاریخی دستاویزات کی ورق گردانی کریں۔ سب ہی جگہ "ہندوتو" کی خدمت ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ شاہراہ عام پر بھی "ہندوتو" ہی کا پرچم بلند رکھا گیا۔ سرکاری تقریبات بھی "ہندوتو" ہی کے نظریہ سے منعقد ہوتی رہی ہیں۔ ریزرو بینک کے مین گیٹ پر دونوں طرف جو بھاری بھرکم مورتیاں نصب ہیں وہ کیا "ہندوتو" کے نظریہ کی عکاسی نہیں کرتی ہیں؟ زبان سے کچھ کہو اور عملاً کچھ اور ہی کرو یہ کب تک ہوتا اچھا ہوا کہ سپریم کورٹ نے لفظ "ہندوتو" پر اپنا فیصلہ سنا کر اس پر سے شک وشبہ کے سارے ہی غلاف اتار پھینک دیئے۔

۱۹۹۶ء کا پارلیمنٹری انتخاب کے پیش نظر اب کچھ جماعتیں، بابری مسجد کا اشو لیکر سامنے آرہی ہیں۔ کچھ ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے ۶ر دسمبر کو بابری مسجد میں نماز ادا کرنے کا شوشہ چھوڑا۔ ان کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ۶ر دسمبر کو بابری مسجد میں نماز ادا کی جائے گی۔ انھیں معلوم ہے کہ وہاں مسجد ہے ہی نہیں اب وہاں پر مندر بنا ہوا ہے۔ پھر کوئی ان سے پوچھے کہ آپ نماز کہاں ادا کریں گے؟ اور جب انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ اعلان کرکے وہ وہاں تک پہونچ ہی نہیں سکتے ہیں تمام راستے سیل کرکے انھیں راستے ہی میں روک کر واپس کر دیا جائے گا پھر اس قسم کے اعلانات سے انھیں کیا حاصل ہوگا۔ سوائے اس کے کہ سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں انھیں کسی قدر مقبولیت حاصل ہو جائے گی، مگر اس سے نہ تو بابری مسجد کا کوئی مسئلہ ہی حل ہوگا بلکہ الٹا بابری مسجد کے کاز کو نقصان پہنچے گا اور ان لوگوں کو تقویت حاصل ہوگی جو بابری مسجد کے انہدام کے ذمہ دار ہیں، اور جو وہاں ایک عظیم الشان رام مندر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ پنجاب میں کتنی ہی ایسی مساجد ہیں جو یا تو تباہ حال ہیں یا گوردوارہ میں تبدیل ہو چکی ہیں اور یا جو رہائش گاہ کے طور پر استعمال میں لائی جا رہی ہیں۔ دہلی میں ایسی کئی مساجد اب بھی ہیں جہاں نماز نہیں ہوتی ہے، ان کم بخت لیڈروں نے

کبھی ان مساجد کی طرف بھی اپنی توجہ مرکوز کی۔ ان مساجد کی بازیابی کے لئے انہوں نے اب تک
کوششیں کیوں نہیں کیں۔ صاف ہے کہ ان مساجد سے انہیں وہ "فوائد" حاصل نہیں ہو سکتے جو بابری
صرف ایک بابری مسجد کے نام پر حاصل ہو جائیں گے۔ یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ کچھ لوگوں نے
بابری مسجد کی آڑ میں اپنی لیڈری کو چلانے یا قائم کرنے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ عام مسلمانوں کو ایسے
لیڈروں سے ہوشیار رہنا ہوگا کیونکہ اس سے بابری مسجد کی حصولیابی کے بجائے ملت اسلامیہ
کے لئے نقصانات ہی نقصانات زیادہ دکھائی دے رہے ہیں۔

تازہ حالات و واقعات اس بات کا اشارہ کر رہے ہیں کہ ۱۹۹۶ء کے پارلیمنٹری انتخابات
میں جو جماعتیں سیکولرزم کی دہائی دے رہی ہیں ان میں اتحاد و اتفاق کا فقدان ہے جس کی وجہ سے
"ہندوتو" کی دہائی دینے والی جماعتیں ہی فائدہ میں رہیں گی۔ ابھی حال ہی میں یوپی کے بلدیاتی انتخابات
میں رائے دہندگان نے جس نئے سیاسی رجحان کا اظہار کیا ہے وہ واقعی سوچنے کی بات ہے۔ اور
اس سے مستقبل کے پارلیمنٹری انتخابات کے رجحان کا اندازہ لگانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ بھارتیہ
جنتا پارٹی نے میئر کی ۱۱ سیٹوں میں سے ۸ پر اپنا قبضہ جما کر یہ بات صاف کر دی ہے کہ وہ ہی یوپی میں
آئندہ انتخابات میں بازی مارے گی۔ جنتا دل، سماج وادی پارٹی، بہوجن سماج پارٹی کانگریس (آئی)
کانگریس (تیواری) سب الگ الگ خیموں میں بٹی ہوئی ہیں۔ جسکی وجہ سے سیکولر ووٹوں کی تقسیم پر تقسیم ہوگی
اور ہندوتو کے نام پر ووٹ مانگنے والی جماعت اپنے غیر منقسم ووٹ کے بل بوتے پر کامیابی
حاصل کر کے اقتدار کی دہلیز پر پہنچ ہی جائے گی اس وقت یہ ساری جماعتیں جو سیکولرزم کی رٹ لگا
رہی ہیں اپنی قسمت پر ماتم پرسی کرنے کے علاوہ کچھ نہ کر پائیں گی۔ ہمارے خیال میں یہ یوپی کے
بلدیاتی الیکشن ایک طرح سے ان جماعتوں کے لئے آنکھیں کھولنے کے لئے ایک نیک شگون بھی ہو سکتے
ہیں یہ جو انہیں اپنی کامیابی کا زعم تھا کہ سیکولرزم کے نام پر ہم کو اقتدار کی دہلیز پر پہنچنے میں
کوئی پریشانی نہیں اٹھانی پڑے گی یوپی کا بلدیاتی الیکشن ان کے اس زعم غرور و تکبر کو چکنا چور
کر دے تو ہم یوپی کے بلدیاتی الیکشن پر اپنی خوشی و مسرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہیں گے کہ اس سے
یہ تو فائدہ ہوا کہ سیکولرزم والی جماعتیں خواب غفلت سے بیدار ہو گئیں اور اچھی تدبیروں

جوش و خروش کے ساتھ ۱۹۹۶ء کے پارلیمنٹری انتخابات میں اتریں گی لیکن اگر خدانخواستہ یوپی کا ضمنی اسمبلی الیکشن بھی ان کے زعم غرور تکبر کا خاتمہ نہ کر سکا اور اس کے معنی انہوں نے دوسرے ہی طریقے سے لینے چاہے تو پھر یہ بات یقینی ہے کہ سنہ ۱۹۹۶ء کا پارلیمنٹری انتخاب بھارت کی تمام سیکولر جماعتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیگا۔

اس وقت ہندوستان میں عوام کے سامنے سب سے اہم مسئلہ بے روزگاری مہنگائی اور تعلیم ہے مگر کوئی بھی جماعت ان اہم مسائل پر ابھی توجہ مبذول نہیں کرتی ہے۔ مہنگائی بے روزگاری اور ناخواندگی کو ختم کرنے کے لئے کون سی جماعت ہے جو لنگر لنگوٹ کس کر میدانِ عمل میں اتر سکی ہیں تو دور دور تک ایسی کوئی جماعت دکھائی نہیں دیتی ہے سب ہی جماعتیں مندر مسجد کے نام پر ووٹ مانگتی دکھائی دیتی ہیں کوئی بابری مسجد کی تعمیر نو کا وعدہ کرے گی اور کوئی رام مندر کو ہر قیمت پر وہیں پر بنانے کا عہد کرتی نظر آئے گی۔ اب متھرا اور کاشی بھی انتخابی مینوفیسٹو میں نمایاں نظر آئے گا کوئی متھرا و کاشی کی بازیابی کے لئے دہائی دے گی اور کوئی متھرا کاشی کی مخالفت کرتی دکھائی دے گی۔ یہ بیچاری اقلیت بھی کیسی قسمت لیکر ہندوستان میں پیدا ہوئی ہے جو ہے اسی پر مشق ستم روا رکھے ہوئے ہے۔ کوئی اس کی ہمدردی کا دعویٰ کرتی ہے اور کوئی اسکی منہ بھرائی پر ناک بھنویں چڑھاتی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی سب ہی جگہ یہ چکی کے دو پاٹوں میں پسی ہوئی ہے۔ خدا ہی اس پر رحم کرے گا۔ کیا ہی اچھا ہو ہندوستان کی یہ سیاسی جماعتیں جذباتی و مذہبی کھوکھلے نعروں و وعدوں کے بجائے عوام کے بنیادی و حقیقی مسائل بے روزگاری مہنگائی اور ناخواندگی کی طرف ہی اپنی تمام تر توجہ لگا کر ان کا سدِ باب کرنیکی کوششیں کریں۔

ضرورت و اپیل قارئین کرام و ہمدردان برہان بڑے افسوس کے ساتھ ادارہ آپ سے معذرت خواہ ہے کہ دفتر برہان میں پچھلے مہینوں اچانک آگ لگ جانے سے ضروری ریکارڈ اور رسالہ برہان کے مسودے جل کر راکھ ہو گئے جسکی وجہ سے متواتر کئی شمارے آپ تک نہ پہونچ سکے۔ جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اور خصوصاً اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ جلد از جلد مضامین ارسال کرکے ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائیں تاکہ رسالہ مستقل طریقے سے وقت پر شائع ہونے لگے۔

(ادارہ)